ٹرمپ کے حالیہ دورہ چین پر ایک تجزیہ

تحریر: استاد ابو المعتز باللہ الاشقر

(ترجمہ)

امریکہ، روس اور چین کے درمیان کسی بھی قسم کے اتحاد یا اشتراک کو روکنے کی تگ و دو کر رہا ہے، اور ان کے مابین قربت کے عوامل کو ختم کرنے کی مسلسل کوششیں کر رہا ہے۔ کبھی وہ ماسکو کو مائل کرنے کے لیے یوکرین کے لیے اپنی فوجی امداد بند کرنے کا امکان ظاہر کرتا ہے، یا اسے کہیں نہ کہیں فوجی اڈہ بنانے کی اجازت دینے کی تجویز دیتا ہے تاکہ ایک بڑی طاقت کے طور پر روس کی حیثیت مستحکم ہو سکے۔ دوسری طرف، وہ کبھی بیجنگ کو خوش کرنے کے لیے 'متحدہ چین' کی حمایت میں بیانات جاری کرتا ہے اور تائیوان کو علیحدگی سے روکتا ہے۔ اس تعلق کو توڑنے کی کوشش میں امریکہ کے پاس ایک کامیاب تاریخی مثال موجود ہے۔ 1960 کی دہائی کے اوائل میں، خاص طور پر 1961 میں خروشیف اور کینیڈی کے درمیان ہونے والی سربراہی ملاقات میں، جہاں دنیا کو دو کیمپوں اور اثر و رسوخ کے حلقوں میں تقسیم کیا گیا تھا، ان دونوں رہنماؤں کے درمیان ہونے والی بات چیت میں کمیونسٹ چین کا ذکر موجود تھا۔

تاریخی طور پر، امریکی حکمت عملی کی بنیاد ایک ایسے متحد مشرقی بلاک کی تشکیل کو روکنے پر ہے جس میں چین اور روس شامل ہوں۔ تاہم، اب روس اور چین نے یہ دیکھنا شروع کر دیا ہے کہ امریکی سلطنت زوال کی راہ پر گامزن ہے، اور وہ اندرونی مسائل کا شکار ہے، اور اس کے عوام کے درمیان تقسیم،خاص طور پر ڈیموکریٹک اور ریپبلکن پارٹیوں کے درمیان، اس بات کا اشارہ ہے کہ دنیا اب امریکہ سے رخ موڑنے والی ہے۔ دنیا کی صفِ اول کی طاقت رہنے کے باوجود، امریکہ اپنی مہلک غلطیوں میں پھنسا ہوا ہے، جن میں تازہ ترین ایران کے خلاف اس کی جنگ ہے، جس نے اسے دنیا کی نظروں میں تماشا بنا دیا ہے۔ یہ تمام عوامل دنیا کی قیادت کرنے والی طاقت کے طور پر امریکہ کی حیثیت کو کم کرنے کا خطرہ پیدا کر رہے ہیں، جس کی وجہ سے بیجنگ اور ماسکو دونوں کے لیے باہمی تعاون یا اتحاد ناگزیر اور انتہائی اہم ہو گیا ہے۔

روس اور چین کے درمیان تعلقات کی بنیاد بنیادی طور پر مسابقت پر ہے، خاص طور پر اثر و رسوخ کے مشترکہ علاقوں جیسے وسطی ایشیا میں، جسے روس اپنا 'پچھلا صحن' (بیک یارڈ) سمجھتا ہے جبکہ چین اسے اپنے 'بیلٹ اینڈ روڈ' منصوبے کے لیے ایک اہم راستہ قرار دیتا ہے۔ امریکہ کا ماننا ہے کہ ان تاریخی تضادات اور خدشات کا فائدہ اٹھا کر ان کے درمیان ایک جامع اسٹریٹجک فوجی اتحاد کی تشکیل کو روکا جا سکتا ہے۔ اسی لیے، امریکہ مسلسل دونوں ممالک کے درمیان خلیج کو وسیع کرنے کے لیے کام کرتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس وقت جو چیز انہیں متحد کیے ہوئے ہے وہ امریکہ کے خلاف ان کی مشترکہ دشمنی ہے، نہ کہ مشترکہ مفادات یا بنیادی اتفاقِ رائے۔ امریکہ دونوں ممالک پر دباؤ ڈالنے کے لیے متعدد مؤثر ذرائع رکھتا ہے، جن میں سے کچھ جبر و اکراہ کے ہتھکنڈے ہیں اور دیگر ترغیبات پر مبنی ہیں۔ انہیں تین اہم نکات میں خلاصہ کیا جا سکتا ہے:

اول: امریکہ کے ساتھ اپنے وسیع تجارتی تعلقات میں چین کی گہری دلچسپی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ یوکرین کی جنگ میں روس کو فوجی مدد فراہم کرنے سے ہچکچا رہا ہے، کیونکہ اسے سخت اقتصادی پابندیوں کا خوف ہے جو اس کی برآمدات پر منحصر معیشت کو مفلوج کر دیں گی۔

دوم: امریکہ چین کو تائیوان کے خلاف کسی لاپرواہ فوجی کارروائی کے لیے اکسانے کی کوشش کر رہا ہے، بالکل اسی طرح جیسے اس نے روس کو یوکرین کے دلدل میں پھنسایا تھا، تاکہ اس کے فوجی اور معاشی وسائل کو ختم کیا جا سکے اور اسے عالمی سطح پر تنہا کر دیا جائے۔ یہ کارروائی پھر ایک جامع اقتصادی اور تجارتی پابندی عائد کرنے کے جواز کے طور پر کام کرے گی، جس سے علاقائی بالادستی کے لیے چین کے عزائم خاک میں مل جائیں گے۔

سوم: امریکہ خطے میں چینی خطرے سے متعلق علاقائی خدشات کا فائدہ اٹھا رہا ہے تاکہ اس خطے میں اپنے فوجی اتحادوں کو دوبارہ تعمیر اور مضبوط کر سکے، جیسے برطانیہ اور آسٹریلیا کے ساتھ اقتصادی تعاون اور ترقی کی تنظیم (OECD) کا اتحاد، اور

جاپان، جنوبی کوریا اور فلپائن کے ساتھ کواڈ (Quad) اتحاد۔ یہ چین کی توجہ ہٹاتا ہے اور اسے معاشی معاملات پر توجہ مرکوز کرنے سے روکتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ چین کب تک اس صورتحال کو برداشت کر پاتا ہے۔

ان دباؤ کے ذرائع کے باوجود، امریکہ اب روس یا چین میں سے کسی پر بھی دباؤ ڈالنے کے مؤثر اور فیصلہ کن ذرائع نہیں رکھتا۔ چین کی معاشی صورتحال نازک ہے۔ امریکہ محصولات (tariffs) بڑھاتا ہے اور پھر تیزی سے انہیں واپس لے لیتا ہے، کیونکہ وہ اپنی ملکی معیشت پر پڑنے والے اثرات کو پہچانتا ہے، خاص طور پر اس لیے کہ امریکہ ایک صارف پر مبنی ملک ہے جہاں محصولات میں اضافہ براہ راست اس کے عوام کو متاثر کرتا ہے۔

جہاں تک روس کا تعلق ہے، امریکہ کو امید تھی کہ اسے یوکرین کے دلدل میں پھنسانے اور معاشی پابندیاں عائد کرنے سے وہ اسے عالمی سطح پر تنہا کر دے گا اور اس کی گیس کی تجارت کو مفلوج کر دے گا۔ تاہم، یہ حکمت عملی مطلوبہ نتائج نہیں دے سکی۔ روس یوکرین میں اپنی موجودگی بڑھا رہا ہے، اور یورپ کھلے عام اور ڈھکے چھپے انداز میں اس کی مدد کا خواہاں ہے، کیونکہ وہ اس تنازع میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والا فریق ہے۔ اس نقصان میں امریکی ایران جنگ اور آبنائے ہرمز میں جہاز رانی پر عائد پابندیوں نے مزید اضافہ کر دیا ہے۔

اگرچہ ٹرمپ کے دورہ چین سے چین اور روس کے درمیان تعلقات کے ممکنہ خاتمے کے حوالے سے کچھ سامنے نہیں آیا، لیکن ٹرمپ کے بعد پیوٹن کے دورہ چین نے، جس کے نتیجے میں توانائی، ٹیکنالوجی اور ٹرانسپورٹ کے شعبوں میں 20 مشترکہ معاہدوں پر دستخط ہوئے، واضح طور پر دونوں ممالک کے درمیان تعلقات کو مضبوط بنانے کا ہدف رکھا ہے۔ یہ دورہ اور یہ معاہدے پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ امریکہ زوال پذیر ہے اور اس کا انجام بھی وہی ہوگا جو اس سے پہلے تمام قوموں اور سلطنتوں کا ہوا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی سنت (قانونِ فطرت) اٹل ہے۔ امتِ مسلمہ، اپنی اقدار اور اپنے عقیدے سے اخذ کردہ شرعی احکام کے ساتھ، اللہ کے اذن سے، وہ بنیادی متبادل ہے جو واپس آنے اور اسلام کو نور کے مینار اور نظامِ زندگی کے طور پر لے کر چلنے کے لیے تیار ہے۔ ایک طرف روس اور چین اور دوسری طرف امریکہ کے درمیان تنازع نظریات کا نہیں بلکہ مفادات کا ہے۔ خلافت، ایک نظریاتی سیاسی نظام کے طور پر، وہ واحد اکائی ہے جو اس تنازعے کو حل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ مسلمانوں کو جزیہ ادا کیے جانے کی تاریخ، اور عربی زبان میں اس معاہدے پر دستخط جس پر امریکہ کو مجبور کیا گیا تھا، ہمارے ذہنوں سے دور نہیں ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: **﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ﴾** "اور ہم نے نصیحت کے بعد زبور میں لکھ دیا تھا کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔" (سورۃ الانبیاء: 105)